ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فکرِ اقبال کا روحانی پہلو اور انسان کی عالمگیر تنہائی: ایک تجزیاتی مطالعہ

SPIRITUALITY IN IQBAL'S THOUGHT AND UNIVERSAL ISOLATION: AN ANALYTICAL STUDY

محمد اقبال

پی ایچ ڈی اردو (اسکالر)، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد عطااللہ

صدرِ شعبہ اردو لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور

ABSTRACT

This article examines the connection between the idea of universal human loneliness and the spiritual aspect of Allama Muhammad Iqbal's philosophy. A vibrant spiritual vision founded on selfhood (Khudi), love (Ishq), faith, and action is presented in Iqbal's poetry. It also captures the loneliness and inner emptiness of the modern human being. This study integrates critical viewpoints from distinguished scholars with an analysis of a few of Iqbal's lyrics. Iqbal's spiritual philosophy provides a comprehensive answer to the existential and emotional crises facing modern mankind, the study concludes.

Keywords

Iqbal, Self-Realization, Islamic Philosophy, Khudi, Ishq, Loneliness, and Modern Man.

برصغیر کے عظیم شاعر، مفکر اور فلسفی علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے اُن نمایاں شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے شاعری کو محض جذباتی اظہار کے بجائے فکری، روحانی اور تہذیبی بیداری کا ذریعہ بنایا۔ علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پھر یورپ جاکر فلسفہ، قانون اور سیاست کا گہرا مطالعہ کیا۔ جرمنی اور انگلستان میں قیام نے ان کے فکری اُفق کو مزید وسیع کیا اور انہیں مشرق و مغرب دونوں کے فکری نظاموں کو قریب سے سمجھنے کا موقع ملا۔

اقبال کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ وہ بیک وقت شاعر، مفکر، فلسفی، قانون دان اور مصلحِ قوم تھے۔ ان کی زندگی کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو فکری غلامی، روحانی زوال اور ذہنی پسماندگی سے نجات دلانا تھا۔ وہ اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی مسائل سے گہری آگاہی رکھتے تھے اور اپنی شاعری کے ذریعے ان مسائل کا حل پیش کرتے تھے۔ اقبال کی شخصیت میں خوداعتمادی، دردمندی، بصیرت اور روحانی گہرائی نمایاں نظر آتی ہے۔

اقبال کا کلام اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں "بانگِ درا"، "بالِ جبریل"، "ضربِ کلیم" اور "ارمغانِ حجاز" جیسے مجموعے خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کے کلام کا بنیادی محور انسان، اس کی ذات، اس کا رشتہ خدا سے، معاشرے سے اور کائنات سے ہے۔ اقبال انسان کو ایک باشعور، خوددار اور ذمہ دار مخلوق سمجھتے ہیں، جو اگر اپنی اصل پہچان پالے تو دنیا کی تقدیر بدل سکتا ہے۔

اقبال کی شاعری میں فرد کی تنہائی اور انسان کی عالمگیریت دونوں پہلو نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ ایک طرف وہ جدید انسان کی روحانی بے چینی، داخلی خلاء اور تنہائی کا ذکر کرتے ہیں تو دوسری طرف اسے پوری انسانیت سے جوڑ کر ایک عالمی کردار عطا کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انسان محض کسی قوم یا خطے کا فرد نہیں بلکہ پوری کائنات کا ذمہ دار رکن ہے۔ یہی تصور ان کی فکر کو عالمگیر بناتا ہے۔ سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

> جب آپ اقبال کے کلام کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اقبال کا کلام ہمارے جانے پہچانے شعرا سے بہت کچھ مختلف ہے، اقبال کا کلام ہمارے شعور و احساس قلب و وجدان اور اعصاب میں حرکت و حرارت پیدا کرتا ہے، اقبال کے ہاں انسان اور انسانی تنہائی کا تعلق اس کے روحانی جواز کے ساتھ یوں ہم آہنگ ہے کہ پورا دیوان اس تمیز سے ماورا ایک دوسرے میں گتھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔(1)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اقبال نے مغربی تہذیب کے اثرات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی روحانی تنہائی کو بہت شدت سے محسوس کیا۔ ان کے نزدیک مادہ پرستی، خود غرضی اور مذہبی کمزوری نے انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں جگہ جگہ انسان کے باطنی دکھ، اضطراب اور تنہائی کا عکس ملتا ہے۔ تاہم وہ اس کیفیت کو مایوسی کا سبب نہیں بناتے بلکہ اسے بیداری کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اقبال کا پیغام پوری انسانیت کے لیے ہے۔ وہ رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی حدود سے بلند ہو کر ایک ایسی انسانیت کا تصور پیش کرتے ہیں جو خدا سے جڑی ہوئی ہو، اخلاقی اقدار کی حامل ہو اور عالمی بھائی چارے کی علمبردار ہو۔ اس طرح اقبال کا کلام فرد کی تنہائی کو عالمگیر شعور میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ے دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ — کہ یہی ہے امتوں کے مریضِ کہن کا چارا

یوں علامہ اقبال کی سوانح، شخصیت اور شاعری کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ ان کا فکری نظام انسانی تنہائی اور عالمگیریت کے باہمی رشتے کو سمجھنے کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہی بنیاد اس مقالے کے آئندہ مباحث کے لیے رہنما حیثیت رکھتی ہے۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر کی فکری اور ادبی تاریخ میں علامہ محمد اقبال کا نام ایک ایسے مفکر، شاعر اور فلسفی کے طور پر نمایاں ہے جس نے مشرقی روحانیت اور مغربی فلسفے کو یکجا کر کے ایک نیا فکری نظام تشکیل دیا۔ اقبال کی شاعری صرف جذبات کا اظہار نہیں بلکہ ایک مکمل فکری اور روحانی نظام کی نمائندہ ہے۔

اقبال کے ہاں ایک طرف خودی، یقین، عشق اور عمل کا پیغام ملتا ہے تو دوسری طرف انسان کی تنہائی، اضطراب، بے سمتی اور روحانی خلا کا احساس بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فکرِ اقبال کا مطالعہ ہمیں انسانی وجود کی گہرائیوں تک لے جاتا ہے۔

اس مقالے میں فکرِ اقبال کے روحانی پہلو اور انسان کی عالمگیر تنہائی کا تفصیلی اور تجزیاتی جائزہ پیش کیا جائے گا، جس میں اشعارِ اقبال اور مختلف ناقدین کی آرا کو بنیاد بنایا جائے گا۔

فکرِ اقبال کی روحانی بنیادیں:

اقبال کی فکر کی اصل بنیاد اسلام کی روحانی تعلیمات پر قائم ہے۔ ان کے نزدیک اسلام محض عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک متحرک ضابطۂ حیات ہے۔ اقبال انسان کو ایک زندہ، باشعور اور بااختیار مخلوق سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد مسعود کے مطابق:

اقبال کی شاعری روحانی بیداری کی تحریک ہے جو انسان کو اس کی اصل پہچان دلاتی ہے۔"(2)

اقبال وہ کہتے ہیں:

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے — خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ شعر اس بات کی دلیل ہے کہ اقبال کے نزدیک روحانیت کا مطلب دنیا سے کنارہ کشی نہیں بلکہ اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر انہیں عمل میں لانا ہے۔ خدا سے براہِ راست تعلق علامہ محمد اقبال کے نزدیک انسان کی روحانیت کی بنیاد اللہ تعالیٰ سے براہِ راست تعلق پر قائم ہے۔

وہ رسمی عبادات سے آگے بڑھ کر قلبی وابستگی اور شعوری رشتے پر زور دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک جب انسان اپنے رب سے گہرا تعلق قائم کر لیتا ہے تو وہ خوف، مایوسی اور تنہائی سے نجات پا لیتا ہے۔ یہ تعلق انسان کو اندرونی سکون، یقین اور حوصلہ عطا کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک حقیقی بندگی انسان کو غلام نہیں بلکہ آزاد اور خوددار بناتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

ے یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

اقبال کی فکر میں خودی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ خودی سے مراد انسان کی اپنی پہچان، خود اعتمادی اور روحانی طاقت ہے۔ اقبال کے نزدیک جب انسان اپنی خودی کو پہچان لیتا ہے تو وہ کائنات کی قوتوں سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ خودی کی تعمیر سے انسان احساسِ کمتری، خوف اور بے یقینی سے نکل آتا ہے۔ یہ تعمیر انسان کو باوقار، بااصول اور باکردار بناتی ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کا مضبوط ہونا ہی روحانی ترقی کی اصل علامت ہے۔

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے — خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اقبال کے ہاں عشقِ الٰہی روحانیت کی جان ہے۔ یہ عشق محض جذباتی وابستگی نہیں بلکہ خدا سے شدید محبت، وفاداری اور وابستگی کا نام ہے۔ میر ولی الدین لکھتے ہیں:

اقبال کے ہاں عشق ہی اسرار شہنشاہی کھولتا ہے اور آدابِ خود آگاہی کے در وا کرتا ہے، عشق کسی خطرہ کی پروا نہیں کرتا، اس کے جلال سے سلاطین کانپ اُٹھتے ہیں اور جبر و قہر کا سکہ اُٹھ جاتا ہے، حریت و آزادی کا تسلط قائم ہو جاتا ہے اور استبدایت کا دور مردود قرار پاتا ہے۔(3)

ے باسلاطیں درفتند مرد فقیر — از شکوہ بوریا لرزد سریر
از جنوں می افگند ہوئے بہ شہر — وارہاند خلق را از جبر و قہر
می نگیرد جز بآں صحرا مقام — کار ندشاہیں گریزد از حمام
قلب او را قوت از جذب و سلوک — پیش سلطاں نعرہ او لاملوک

عشق انسان کے اندر قربانی، سچائی اور استقامت پیدا کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک عقل انسان کو راستہ دکھاتی ہے، مگر عشق اسے منزل تک پہنچاتا ہے۔ عشقِ الٰہی انسان کو مادی خواہشات سے بلند کر کے روحانی بلندی عطا کرتا ہے اور اس کی زندگی کو مقصد سے بھر دیتا ہے۔

ے عقل کو تنقید سے فرصت نہیں — عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

اقبال کی روحانیت میں عمل اور جدوجہد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وہ سستی، جمود اور بے عملی کے سخت مخالف ہیں۔ اقبال کے نزدیک حقیقی روحانیت وہ ہے جو انسان کو متحرک بنائے اور عملی میدان میں اترنے کی ترغیب دے۔ وہ زندگی کو مسلسل جدوجہد کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قوموں کی ترقی اور افراد کی کامیابی عمل کے بغیر ممکن نہیں۔ روحانی طاقت اسی وقت با معنی بنتی ہے جب وہ عملی صورت اختیار کرے۔

ے عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبال کی روحانیت کا ایک اہم پہلو اخلاقی خود احتسابی ہے۔ وہ انسان کو اپنے اعمال، نیت اور کردار کا مسلسل جائزہ لینے کی تلقین کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک جو انسان خود کو پہچان لیتا ہے اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتا ہے، وہی حقیقی معنوں میں ترقی کرتا ہے۔ خود احتسابی انسان کو غرور، خود پسندی اور غفلت سے بچاتی ہے۔ یہ عمل انسان کو بہتر انسان اور بہتر مسلمان بناتا ہے۔

ے اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی — تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

ان کے نزدیک روحانیت انسان کو کمزور نہیں بلکہ طاقتور بناتی ہے۔

تصورِ خودی اور روحانی ارتقا:

اقبال کا سب سے اہم تصور "خودی" ہے۔ خودی دراصل انسان کی روحانی شناخت ہے۔ اقبال کے ہاں خودی کو وہ مقام حاصل ہے جو کسی بادشاہ کو اپنے کار ہائے نمایاں کی انجام دہی کے لیے اپنے کیے گئے اٹل فیصلوں کو ہوتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں خودی اور عشق کے بعد کچھ نہیں بچتا۔ جس شخص نے اقبال کے کلام کو پڑھا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اقبال کے ہاں خودی کی کیا اہمیت اور معنویت ہے۔ اقبال نے خودی کو روحانی ارتقا کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"اقبال کے ہاں تنہائی وجودی مسئلہ نہیں بلکہ ایک عارضی کیفیت ہے، جس کا حل ایمان میں پوشیدہ ہے۔ خودی ہی وہ واحد چیز ہے جو انسان کو ربِ تعالیٰ کے عرفان سے آگاہی فراہم کرتی ہے۔ اقبال کی فکر کا مدار خودی پر ہے جس کی تاویل روحانیت سے اخذ کی گئی ہے۔(4)

ے خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ — خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ

علامہ محمد اقبال کے نزدیک خودی کی تعمیر کا پہلا اور بنیادی مرحلہ اطاعتِ الٰہی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھال لے۔ اقبال کے نزدیک جب تک انسان اپنی خواہشات، مفادات اور انا کو خدا کی مرضی کے تابع نہیں کرتا، اس کی خودی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اطاعت انسان کو

نظم، ضبط اور روحانی استحکام عطا کرتی ہے۔ یہ مرحلہ انسان کو گناہوں، کمزوریوں اور فکری انتشار سے بچاتا ہے اور اس کے اندر ذمہ داری اور وفاداری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک حقیقی آزادی اطاعتِ الٰہی ہی میں پوشیدہ ہے۔

ے وقت برہنہ گفتن است، من بہ کنایہ گفتہ ام   خود بگو کجا برم ہم نفسانِ خام را

خودی کا دوسرا اہم مرحلہ ضبطِ نفس ہے، جس سے مراد خواہشات، جذبات اور نفس کی بے قابو خواہشوں پر قابو پانا ہے۔ اقبال کے نزدیک انسان کی اصل جنگ باہر نہیں بلکہ اپنے اندر ہوتی ہے۔ جو شخص اپنے نفس کو قابو میں کر لیتا ہے، وہی حقیقی معنوں میں طاقتور ہوتا ہے۔ ضبطِ نفس انسان کو صبر، برداشت اور استقامت عطا کرتا ہے۔ اس مرحلے پر انسان لالچ، حسد، غرور اور خود غرضی سے نجات حاصل کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک مضبوط خودی اسی وقت پروان چڑھتی ہے جب انسان اپنے نفس کا غلام بننے کے بجائے اس کا حاکم بن جائے۔

ے یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے   جو ہے راہِ خدا میں گامزن، وہی ہے مردِ مومن

خودی کا تیسرا اور اعلیٰ ترین مرحلہ نیابتِ الٰہی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان زمین پر اللہ کا نائب بن کر اس کی مرضی کے مطابق نظامِ حیات قائم کرے۔ پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں:

> اقبال کی شاعری ایک طرف پیغمبرانہ شاعری کے اصول فراہم کرتی ہے تو دوسری طرف نغمہ و نالہ میں خودی کے پیکر تراشتی دکھائی دیتی ہے، اقبال کے ہاں خودی کی منزل سے آگے عرفانِ ذات کا سرا ملتا ہے جو اس کے روحانی مدار کو کہیں متزلزل کرتا ہے تو کہیں دُنیا کی چکاچوند میں گھرنے سے بچاتا ہے۔(5)

اس مرحلے پر انسان صرف اپنی اصلاح تک محدود نہیں رہتا بلکہ معاشرے کی اصلاح کو بھی اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اقبال کے نزدیک جب انسان اطاعت اور ضبطِ نفس کے مراحل طے کر لیتا ہے تو وہ قیادت، عدل اور خدمتِ خلق کے قابل ہو جاتا ہے۔ نیابتِ الٰہی انسان کو ذمہ دار، باکردار اور باوقار بناتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان اپنی ذات سے بلند ہو کر پوری انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرتا ہے۔

ے سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا   لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اقبال کے ہاں عشق کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عشق محض جذباتی وابستگی نہیں بلکہ خدا سے گہرا تعلق ہے۔ اقبال نے عشق کو عرفانِ ذات کی آگاہی سے تعبیر کیا ہے۔ اقبال کے عشق اور عقل کے معرکے کو بہت سطحی دیکھا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے عشق کو روح اور عقل کو نفس قرار دیا ہے اور ان دونوں میں عشق یعنی روح کو ترجیح دے کر خود شناسی کے عمل سے اسے ربوبیت کا مرقع بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ہاں عقل کو عشق سے جدا رکھنے کی شعوری کوشش دکھائی دیتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

ے عقل کو تنقید سے فرصت نہیں   عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

انسان کی عالمگیر تنہائی کا تصور:

جدید دور میں انسان مادی ترقی کے باوجود روحانی طور پر تنہا ہو گیا ہے۔ اقبال نے اس مسئلے کو بہت پہلے محسوس کر لیا تھا۔ انسان خواہ کتنی بھی ترقی کر لے اس کے ہاں تنہائی کا خوف اور یاسیت کا پہلو ہمیشہ غالب رہا ہے۔ جب سے دُنیا بنی ہے تبھی سے انسان نے اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے ہاں تنہائی نے اس کی مصروفیت کو تج کر رکھ دیا ہے۔ انسان اپنے اندر بہت کچھ پال کر رکھتا ہے جس پر یاسیت کا پردہ پڑا رہتا ہے لیکن تنہائی اس کی ذات کے گورکھ دھندوں کو آشکارا کر ڈالتی ہے اور چیخ اُٹھتا ہے بقول اقبال:

ے دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ   کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

علامہ محمد اقبال کے نزدیک انسان کی تنہائی کی سب سے بڑی وجہ خدا سے دوری ہے۔ جب انسان اپنے خالق سے رشتہ کمزور کر لیتا ہے تو اس کے دل میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے، جسے کوئی دنیاوی چیز پُر نہیں کر سکتی۔ اللہ سے دوری انسان کو بے سکونی، خوف اور بے مقصدیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اقبال کے نزدیک ایمان اور عبادت محض رسمی عمل نہیں بلکہ قلبی وابستگی کا نام ہیں۔ جب یہ وابستگی کمزور ہو جائے تو انسان خود کو اکیلا اور بے سہارا محسوس کرنے لگتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

اقبال کے ہاں زندگی ایک قید سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ اقبال کے ہاں یہ مجرد کیفیت میں سامنے آتی ہے، پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے اس دنیا سے قرار کو تنہائی کو اپنا مسکن بنایا ہے اس کے ہاں بیشتر صوفیا کے افکار کا تذکرہ ملتا ہے جو دنیا سے کنارہ کشی اور خلوت نشینی کی طرف زیادہ مائل کرتا ہے جس میں فطرت کی کارفرمائی بھی دکھائی دیتی ہے۔(6)

اقبال کے ہاں اس مظہر کی شعری مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ بطور نمونہ چند مثالیں دیکھیں جس میں اقبال نے تنہائی کو سراہا ہے اور جلوت سے بیزار کا اظہار کیا ہے۔

؎ نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے　　　جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

؎ بہ بحر رفتم و گفتم بہ موج بیتابے　　　ہمیشہ در طلب استی چہ مشکلے داری؟

ہزار لولوے لالاست در گریبانت　　　درونِ سینہ چو من گوہر دلے داری؟

تپید و از لبِ ساحل رمید و ہیچ نگفت

اقبال کے نزدیک مادہ پرستی بھی انسان کی تنہائی کا ایک بڑا سبب ہے۔ جدید دور میں انسان نے دولت، آسائش اور سہولت کو ہی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ وہ روحانی اقدار کو نظر انداز کر کے صرف مادی فائدے کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اس دوڑ میں وہ رشتوں، احساسات اور اخلاقی قدروں سے محروم ہو جاتا ہے۔ مادہ پرستی وقتی خوشی تو دیتی ہے مگر دائمی سکون نہیں۔ اقبال کے نزدیک جب انسان دولت کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے تو وہ اندر سے خالی اور تنہا ہو جاتا ہے۔

؎ جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی　　　اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

اقبال کے مطابق خود غرضی انسان کو معاشرے سے کاٹ دیتی ہے اور اسے تنہائی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ جب انسان صرف اپنے فائدے، مفاد اور خواہشات کو اہمیت دیتا ہے تو وہ دوسروں کے جذبات اور حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس رویے سے سماجی تعلقات کمزور ہو جاتے ہیں اور انسان اکیلا رہ جاتا ہے۔ اقبال کے نزدیک حقیقی انسان وہ ہے جو دوسروں کے لیے جیئے اور اجتماعی بھلائی کو اپنا مقصد بنائے۔ خود غرضی انسان کو وقتی فائدہ تو دے سکتی ہے مگر دائمی تنہائی کا سبب بنتی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> اقبال کے ہاں انسانی رویئے کی منافقت کا پہلو بہت واضح دکھائی دیتا ہے اقبال نے اپنے زمانے کے جملہ امتیازات سے بغاوت کی ہے اور اپنی شاعری کے ذریعے یہ تاثر دیا ہے کہ یہ انسانیت پر یقین رکھتے ہیں اور ذاتی مفادات کو قومی اور اجتماعی مفادات پر ترجیح نہیں دیتے، یہ وصف اقبال کے ہاں ایک احتجاج کی صورت ملتا ہے۔(7)

اقبال کے نزدیک اجتماعی شعور کی کمی بھی انسان کی تنہائی کی ایک اہم وجہ ہے۔ جب فرد خود کو ملت اور معاشرے سے الگ کر لیتا ہے تو وہ تنہا ہو جاتا ہے۔ اقبال فرد اور جماعت کے رشتے کو بہت اہم سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان اپنی اصل پہچان معاشرے سے وابستگی کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ جب اجتماعی شعور کمزور ہو جائے تو افراد خود میں گم ہو جاتے ہیں اور سماجی ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں انسان ذہنی اور جذباتی طور پر تنہا ہو جاتا ہے۔

؎ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں　　　موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اقبال کے نزدیک روحانی اقدار کا زوال انسان کی تنہائی کی بنیادی وجہ ہے۔ جب سچائی، دیانت، محبت، صبر اور قربانی جیسے اوصاف کمزور پڑ جاتے ہیں تو معاشرہ بے روح ہو جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں انسان کو نہ اخلاقی سہارا ملتا ہے اور نہ جذباتی سکون۔ روحانی اقدار انسان کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہیں، اور جب یہ ختم ہو جائیں تو دلوں میں فاصلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک روحانی اقدار کی بحالی ہی انسانی تنہائی کا مؤثر علاج ہے۔

؎ زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا　　　ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

مغربی تہذیب اور روحانی خلا:

اقبال مغربی تہذیب کے سائنسی اور فکری پہلوؤں کے معترف ہیں، مگر اس کی روحانی کمزوری پر تنقید کرتے ہیں۔ اقبال کے فارسی کلام میں اس مسئلے پر بہت بحث ملتی ہے۔ اقبال کے ہاں مغربی تہذیب کی عیاری کو بہت واضح انداز میں تنقیدی پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اقبال نے مغرب اور مشرق کے باہمی تضادات کو روحانی بیانیے میں کھل کر بیان کیا ہے اور اپنے مخصوص نکتہ نظر کی شاعرانہ توجیح بھی پیش کی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

؎ تمدن، تصنع، شرافت، کلاہ — یہ سب کیا ہیں؟ فقط چند خیالی گناہ

اقبال کے نزدیک مغربی تہذیب نے انسان کو سہولت تو دی مگر سکون نہیں دیا۔ اسی وجہ سے جدید انسان شدید تنہائی کا شکار ہے۔ اقبال تنہائی کو دائمی مسئلہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کا حل بھی پیش کرتے ہیں۔

علامہ محمد اقبال کے نزدیک حقیقی سکون اور قلبی اطمینان کا اصل ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان اپنے خالق سے جڑ جاتا ہے تو اس کی زندگی میں مقصد، یقین اور حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا سے تعلق انسان کو خوف، مایوسی اور تنہائی سے بچاتا ہے۔ اقبال کے نزدیک مومن کی پہچان صرف ظاہری عبادات نہیں بلکہ باطنی وابستگی ہے۔ یہی تعلق انسان کو اندرونی طاقت عطا کرتا ہے اور اسے دنیا کے مسائل کا سامنا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ جب دل اللہ کی یاد سے آباد ہو جائے تو انسان کبھی خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا۔

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

اقبال اور جدید انسان

آج کا انسان تکنیکی اور معاشرتی ترقی کے باوجود داخلی طور پر بہت تنہا ہے۔ سوشل میڈیا، موبائل اور انٹرنیٹ نے اسے دنیا کے ہر فرد سے جوڑ دیا ہے، مگر اس کا دل اکثر خالی اور کٹا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک انسان کے دل و دماغ کا سکون مادی سہولتوں سے نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی بلندی سے پیدا ہوتا ہے۔ جدید انسان سہولتوں میں گھرا ہوا ہے۔

جدید رہائش، گاڑیاں، کھانے، تفریح اور علم کی بے پناہ رسائی موجود ہے۔ مگر یہ سب وقتی خوشی فراہم کرتے ہیں، دائمی سکون نہیں۔ اس عصرِ حاضر میں انسان نے خدا سے تعلق، خودی کی بیداری اور اجتماعی شعور کو کمزور کر دیا ہے۔ نتیجتاً وہ زندگی کی حقیقی قدروں سے کٹ کر مادی دنیا کی دوڑ میں الجھ گیا ہے۔

اقبال اس کیفیت پر تنقید کرتے ہیں اور انسان کو اندرونی بیداری اور روحانی رجوع کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مادی ترقی انسان کو طاقتور تو بنا سکتی ہے، مگر حقیقی مقصدیت اور سکون کے لیے روحانی شعور لازم ہے۔

؎ زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا — ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

اقبال کے نزدیک جدید انسان کے لیے حل یہ ہے کہ وہ اپنی خودی کو پہچانے، اللہ سے تعلق مضبوط کرے اور ملت اور انسانیت کے ساتھ اپنا رشتہ قائم رکھے۔ جب انسان روحانی اقدار کو اپناتا ہے تو سوشل میڈیا اور سہولتیں صرف ذرائع بن جاتے ہیں، مقصد نہیں۔ اس طرح وہ بیرونی دنیا سے جڑ کر بھی اندرونی سکون حاصل کر سکتا ہے۔

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی — تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

یہ دونوں اشعار اور تجزیہ واضح کرتے ہیں کہ اقبال جدید انسان کی تنہائی اور بے سکونی کو سمجھتے ہیں اور انہیں روحانی شعور، خودی کی تعمیر اور اجتماعی شعور کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ پروفیسر اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

> بلاشبہ اقبال اس بات کو بہت محسوس کرتے تھے کہ انسانی شرف کا امتیاز گراوٹ کا شکار ہے اور نفسا نفسی نے اس عالم کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے لیکن معرفت کا قریب ترین ذریعہ مجرد عقل و خرد سے آگے کی چیز ہے کہ آج کا انسان جدت کو قدامت سے جوڑنے کی باتیں کر رہا ہے، اقبال اس حقیقت کو بخوبی جانتے تھے کہ تنہائی اور بے سکونی اور غارت گری نا نظام مادہ پرستی کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ (8)

اقبال کی فکر آج بھی اسی انسان کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

؎ زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا — ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

اقبال فرد کو صرف خود سے یا دنیاوی تعلقات سے نہیں بلکہ ملت اور معاشرے کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فرد جب اپنی قوم، ملت اور انسانیت کے ساتھ جڑتا ہے تو اس کی تنہائی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانتا ہے۔ اجتماعی شعور انسان کے لیے ایک مضبوط سہارا اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

؎ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں — موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مختصر یہ کہ اقبال ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ اگر انسان خدا سے جڑ جائے، اپنی خودی کو پہچان لے اور ملت کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو وہ کبھی تنہا نہیں رہ سکتا۔ یوں فکرِ اقبال آج بھی جدید انسان کے روحانی بحران اور تنہائی کا مؤثر علاج فراہم کرتی ہے۔ اقبال کے ہاں انسانی تنہائی کا تعلق عالمگیری وحشت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ انسان کا آج اسی طرح پریشان و مجبور ہے جیسے اقبال کے دور میں تھا۔ اقبال کی شاعری اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ موجودہ دور عالمگیری دہشت گردی کے نرغے میں ہے اور اس سے بچاؤ صرف روحانی عرفان سے ممکن ہے۔ اس لیے اقبال نے اپنے کلام کو بادہ ناب قرار دیا ہے اور بار بار اسی سے سبق لینے اور مہمیز ہونے کی تلقین کی ہے اور اپنے کلام کو مقبول ہونے کی دُعا بھی کی ہے۔

مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادہ ناب   نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

حوالاجات

1۔ اقبالیات کے سو سوا، مرتبین، رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، وحید عشرت، مشمولہ مضمون، اقبال کی شخصیت کے تخلیقی عناصر، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، 2012، ص73

2۔ اقبالیات کے سو سوا، مرتبین، رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، وحید عشرت، مشمولہ مضمون، اجتہادات اقبال، خالد مسعود، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، 2012، ص742

3۔ ایضاً، مشمولہ مضمون، عقل اور عشق، میر ولی الدین، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، 2012، ص577

4۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اقبال: حیات اور فکر و فن، مکتبہ دانیال لاہور، 2010، طبع سوم، ص، 154

5۔ ایضاً، مشمولہ مضمون، اقبال کی معنویت، آل احمد سرور، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، 2012، ص603

6۔ ایضاً، مشمولہ مضمون، اقبال کا تصور حیات و مرگ، انور سدید، ڈاکٹر، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، 2012، ص658

7۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اقبال: حیات اور فکر و فن، مکتبہ دانیال لاہور، 2010، طبع سوم، ص، 155

8۔ ایضاً، مشمولہ مضمون، اقبال کی معنویت ہمارے دور میں، اسلوب احمد انصاری، پروفیسر، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، 2012، ص616

Reference in roman script:

1. Hāshmī, Rafīʿ ad-Dīn, Muhammad Suhail Umar, and Wahid ʿIshrat, editors. *Iqbalīyāt ke Sau Sawa: Iqbal kī Shakhsiyat ke Takhliqī Anasir.* Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2012, 3rd ed., p. 73.
2. Hāshmī, Rafīʿ ad-Dīn, Muhammad Suhail Umar, and Wahid ʿIshrat, editors. *Iqbalīyāt ke Sau Sawa: Ijtihādāt Iqbal.* Khalid Masood, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2012, 3rd ed., p. 742.
3. Mir Walī ad-Dīn. "ʿAql aur ʿIshq." In *Iqbalīyāt ke Sau Sawa*, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2012, 3rd ed., p. 577.
4. Akhtar, Dr. Salīm. *Iqbal: Ḥayāt aur Fikr o Fun.* Maktabah Dānīāl, Lahore, 2010, 3rd ed., p. 154.
5. Sarwar, Alī Aḥmad. "Iqbal kī Maʿnawīyat." In *Iqbalīyāt ke Sau Sawa*, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2012, 3rd ed., p. 603.
6. Sadīd, Dr. Anwar. "Iqbal kā Tasawwur-e-Ḥayāt o Marg." In *Iqbalīyāt ke Sau Sawa*, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2012, 3rd ed., p. 658.
7. Akhtar, Dr. Salīm. *Iqbal: Ḥayāt aur Fikr o Fun.* Maktabah Dānīāl, Lahore, 2010, 3rd ed., p. 155.
8. Ansārī, Professor Aslūb. "Iqbal kī Maʿnawīyat hamāre Daur mēn." In *Iqbalīyāt ke Sau Sawa*, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2012, 3rd ed., p. 616